تحریر: مولانا سمیع الحق مدظلہ

دار العلوم کے بعض اولین ارکین کا تذکرہ

دار العلوم کے تاسیسی ارکان اور شیخ الحدیثؒ کے اولین ساتھی اور خدام

ذیل میں ہم بعض ایسے برگزیدہ، خوش نصیب اور سعادتمند بزرگوں کا اجمالی تذکرہ نذر قارئین کر رہے ہیں جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اولین رفقاء، مخلصین اور دار العلوم حقانیہ کے اولین بانیوں میں سے ہیں۔ ان کی خدمات، ان کے خلوص، ان کے تاریخی کردار اور دار العلوم کی تعمیر و ترقی میں ان کی قربانیوں کے تذکرہ کیلئے دفتر کے دفتر چاہیئے، مگر اس خصوصی نمبر کے محدود صفحات کے پیش نظر ان کے اجمالی اور مختصر تذکرہ پر اکتفاء کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ان کے سانحہ ہائے ارتحال پر "الحق" کے اوراق کالموں میں تحریر فرمایا۔ جس میں اختصار کے باوجود ان حضرات کے ایسے خدوخال، نقوش اور زندگی کی عمومی جھلک سامنے آگئی ہے جو مستقبل کے مؤرخ کے لیے یقیناً کارآمد ثابت ہوگی۔ قلبی احساسات اور وقتی تاثرات پر مبنی ان تحریروں سے بعض وہ پہلو بھی سامنے آگئے ہیں کہ جو کسی بھی شخصیت کے حالات و واقعات، ماحول اور زندگی کے عمومی رنگ کے لیے ضخیم ماخذ اور تذکرے بھی اتنے مددگار ثابت نہیں ہو پاتے۔ دار العلوم کے بعض اساتذہ اور ناظم اول مولانا سلطان محمودؒ کا تذکرہ صفحہ دوسرے ابواب میں آگیا ہے۔ (ادارہ)

خانِ اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم

خاندانِ خٹک کے باکمال بزرگ اور خانوادہ خان محمد خوشحال خان خٹک مرحوم کے گل سرسبد، کمالاتِ ظاہری و معنوی کی ایک دلآویز تصویر خان بہادر محمد زمان خان خٹک رئیسِ اکوڑہ خٹک کی ۶ جنوری ۱۹۶۰ء مطابق ۷ رجب ۱۳۷۹ھ کو وفات ہوئی پشتو ادب سے ذوق اور مہارت ورثہ میں ملی تھی، اردو اور فارسی ادب میں بھی دسترس رکھتے تھے، کلام کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث[1] صاحب مدظلہ کے ساتھ نہایت درجہ شفقت تھی جو بالآخر بے حد عقیدت سے بدل گئی اور ان کی تربیت سے یہ چیز اُن کے پورے خاندان میں منتقل ہوگئی۔ دار العلوم حقانیہ کے اجلاس دستاربندی کے موقع پر مولانا عبد الحنان ہزاروی مرحوم نے ان کا زبان زدِ عوام لقب "خان بہادر صاحب" خانِ اعلیٰ سے تبدیل فرمایا اور اسی لقب سے بعد میں یاد کیے جاتے رہے۔ علماء اور اہل علم سے تعلق اور محبت شیفتگی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔

---

[1] خانِ اعلیٰ کا یہ مکتوب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے کسی تعزیتی مکتوب کے جواب میں ہے جو آپ کے زمانۂ قیام دیوبند میں اکوڑہ خٹک سے بھیجا گیا ہے جو کہ آپ کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

ازاکوڑہ ۳۰/ مارچ ۱۹۴۵ء

ہمہ نقدِ حیاتم رفتہ برباد ؎ کہ جنس کاسدِ عصیاں خریدہ

محترم مولانا السلام علیکم! تعزیت نامہ سے قلبِ حزیں کو تسکین حاصل ہوئی، یہ کہنہ ویرانہ جس کا دوسرا نام محسن سرائے دنیا ہے، مصائب و نوائب کا گھر غموم و ہموم کا مسکن ہے، اس کا مایۂ خمیر اشک و خون سے اٹھایا گیا ہے۔ ایک بصیر آدمی کے لیے تو خاصا ماتم کدہ ہے، گوناگوں ابتلاؤں سے پُر اور مختلف آزمائشوں سے معمور ہے۔ کسی کو مال و دولت، عزت و جاہ، تندرستی و اولاد کے دامِ زریں میں پھنسایا گیا ہے اور کسی کو درد و کرب، فقر و افلاس، امورِ دنیا میں ناکامی و نامرادی، بیکسی و بے اولادی کی جانگسل و حوصلہ فرسا پریشانیوں کا شکار بنایا گیا ہے۔ دونوں حالتوں میں تائیدِ الٰہی کے بغیر انسان ظلوم و جہول شیوۂ شکر و صبر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جس کے پہلو میں درد آشنا دل رکھا گیا ہے اس کو لذت کی چاشنی ملتی ہے، قاسی القلب، غفلت شعار مردہ دل انسان اس وجدانی لذت و سرور سے بہرہ اندوز سعادت نہیں ہو سکتا۔ ایک قانع درویش باخدا جو سکینہ و طمانیت اپنے حق آگاہ قلب میں محسوس کرتا ہے اس سے جاہ پرست شخص کا دل یکسر خالی ہوتا ہے۔ ابنِ آدم کو سفرِ حیات میں قدم بقدم پر آشوب دشواریاں اور ہمت شکن مشکلات پیش آتی رہتی ہیں جن کا مقابلہ مردِ عارف ہی روحانی طاقت سے کر سکتا ہے ہم جیسے لفاظی کے شیدا اور محض قال کے دلدادہ جنکے دل ذوقِ عمل سے عاری اور دل دنیاوی کدورتوں سے مکدر ہو چکے ہوں، روحانی سرور اور طمانیت کا سرمایہ کھو چکے ہوں وہ تو بارِ زمین اور ننگِ انسانیت ہی کہلانے کے مستحق ہیں۔

مولانا! میں تو اعرابی کا عقیدۂ توحید چاہتا ہوں نہ کہ فلسفی کا استدلالی ایمان جو تزلزل اور تذبذب سے خالی نہیں ہوتا، حضرت صدیق اکبرؓ کی سی راسخ الایمانی حضرت بلالؓ کی سی فدویت مطلوب ہے اور بغیر کسی توشۂ آخرت محض عفو و بخشش کا امیدوار ہوں۔ مولانا! شہنواز مرحوم ایسے اوصافِ حمیدہ کا علمبردار رہا جو معلوم عوام نہیں، وہ سیر چشم و قانع تھا، غیور و خوددار تھا، پابندِ صوم و صلوٰۃ، شب زندہ دار تھا۔ اس کے فقدان سے ہمارے لیے ایسی خلا پیدا ہو گئی ہے جس کا پُر ہو جانا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آیئے کہ آپ اور ہم خلوصِ دل سے مرحوم کے واسطے دعائے مغفرت طلب کریں۔ بحمد اللہ آپکے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ کا سالانہ امتحان ہو چکا، عربی جماعت خصوصیت سے لائقِ ستائش ثابت ہوئی جس پر آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام

عزیز نثار الحق سے بعد از سلام کہہ دیجئے کہ تعزیت نامہ پہنچا تھا۔ آپ کا نیازمند، محمد زمان خٹک

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ بزمِ قاسمیؒ اور محفلِ شیخ الہندؒ کی ایک ایک شمع خاموش ہوتی جا رہی ہے۔ برطانوی سامراج کے استیصال اور مسلمانوں کی دینی و فکری قیادت کے لیے دارالعلوم دیوبند نے جو لشکرِ جرار تیار کیا اس کا ایک ایک اولوالعزم سپاہی اُٹھتا جا رہا ہے، کچھ خال خال نظر آ رہے ہیں وہ بھی آمادۂ رحیل ہیں۔ ان جانسپاران ملک و ملت اور موجودہ نسلوں کے درمیان بیچ کی یہ کڑیاں بھی نکل جائیں گی، مگر آنے والوں کے لیے ان لوگوں کی قربانیوں سے بھرپور اور تابناک زندگی روشنی کے مینار کا کام دے سکے گی۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی مرحوم کا وجود بھی انہی ارباب عزیمت اور علمبردارانِ علماءِ حق میں سے تھا جن کا پچھلے ماہ بالاکوٹ (ہزارہ) میں انتقال ہوا۔ تدفین بھی اس پاکیزہ سرزمین میں ہوئی جو سیدین شہیدین (امیرالمؤمنین سید احمد شہیدؒ اور سیدنا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) کے خونِ شہادت سے لالہ زار بنی تھی ـــــ مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ جید عالمِ دین بہترین بے بدل خطیب تھے، زندگی بھر ہر دینی و ملی تحریک میں نمایاں حصہ لیا خواہ استخلاصِ وطن کی تحریک ہو یا ختمِ نبوت کا مسئلہ۔

تقسیم سے پہلے جمعیۃ العلماء ہند اور تقسیم کے بعد جمعیۃ علماء اسلام میں نمایاں کام کیا۔ کیسی ہی نازک گھڑی ہو حق کہنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ[1] (المائدہ ۵۴) ان کا شیوہ رہا۔ وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جان نثار خادم اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے نہ صرف تلمیذ بلکہ منظورِ نظر رہے۔ مولانا کے قیام لاہور کے دوران حضرت شاہ صاحب مرحوم نے بارہا انہیں میزبانی اور اسفار میں رفاقت کا شرف بخشا۔

دارالعلوم حقانیہ کے لیے تو مولانا کی وفات ایک مخلص اور سرگرم رکن کی جدائی ہے۔ ابتدائے تاسیس ہی سے دارالعلوم کی ترقی میں ہر طرح حصہ لیتے رہے، ذاتی وجاہت کے استعمال سے بھی گریز نہ کیا۔ ان کی زندگی کے یہ مختلف ادوار اس حقیقت کے غماز ہیں کہ ان کا دل دینی تڑپ اور قوم و ملک کی حقیقی اصلاح اور ملی جذبات سے معمور تھا۔ ایسے حضرات کا ایسے دور میں اُٹھ جانا ایک المناک سانحہ ہے، حق تعالیٰ امتِ مرحومہ کو مرحوم کا نعم البدل اور مرحوم کو درجاتِ عالیہ سے نوازے۔ آمین

الحاج محمد اعظم خان خٹک

۲۴ جنوری بروز ہفتہ دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص اور ہمدرد رکنِ شوریٰ جناب الحاج خان محمد اعظم خان خٹک رئیسِ اکوڑہ خٹک کا انتقال ہوا، مدت سے کینسر کی تکلیف تھی۔ دارالعلوم کی تاسیس سے لے کر اب تک آپ نے اپنے والد بزرگوار جناب خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک کی طرح پوری جانفشانی اور تندہی سے دارالعلوم کی ترقی و استحکام میں حصہ لیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے ساتھ غایت درجہ کا نیازمندانہ اور خادمانہ تعلق رہا اور کسی حال میں دارالعلوم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ تعمیرات کی نگرانی، چندہ کی فراہمی الغرض ہر مرحلہ پر پیش پیش رہتے، اس لحاظ سے موصوف کی جُدائی دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے لیے ذاتی صدمہ کا باعث ہے۔

مرحوم کی عمر ۱۷ سال تھی، نہایت ملنسار، خوش خلق اور قومی و ملی خدمت کے جذبات سے معمور انسان تھے، تحریکِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ جنگِ کشمیر کا موقع ہو یا جنگِ ستمبر کے مہاجرین کی آبادکاری کا سوال ہو یا علاقہ کی تعلیمی اور طبی ضروریات اور بلدیہ کی نظامت ہر موقع پر بساط سے بڑھ چڑھ کر خدمات بجالائے۔ تقسیم سے قبل آنریری مجسٹریٹ رہے، پھر نواب امیر محمد خان مرحوم کالاباغ (گورنر مغربی پاکستان) کے زمانہ میں صوبائی ایڈوائزری کونسل کے رکن نامزد ہوئے، مسلم لیگ کی عاملہ کے ممبر بھی رہے اور ریفرنڈم میں بھی اہم حصہ لیا۔

۱۹۵۰ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، پچھلے کئی سال سے قومی و ملی خدمات کا زیادہ تر حصہ دارالعلوم کے بناؤ سنوار میں لگایا، دُنیا سے جاتے جاتے اپنے پڑوس میں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی، شدید بیماری کی وجہ سے دن بھر اس کے کام کی نگرانی خود کرتے رہے۔ دارالعلوم کے شعبۂ تعلیم القرآن کو نہ صرف زمین وقف کی بلکہ تعمیر کے وسائل اور نگرانی کا کام خود بھی خود انجام دیا۔

مرحوم کی جدائی نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورا علاقہ سوگوار ہے، اللہ تعالیٰ حسنات کو قبول اور خامیوں سے درگذر فرمائے۔

الحاج میاں کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲ مارچ ۱۹۷۰ء بروز پیر پشاور شہر کے ممتاز علم دوست اور مخیر شخصیت جناب الحاج میاں کرم الٰہی صاحب تاجر چائے، چوک یادگار پشاور وفات پاگئے، عمر ستر برس کے قریب تھی۔ عرصہ سے شوگر جیسی موذی مرض کا شکار تھے وفات سے چند دن قبل دل کے دورے پڑنے لگے جو جان لیوا ثابت ہوئے ـــــ دارالعلوم کے قیام سے لیکر اب تک اس کی ترقی و استحکام میں بھرپور حصہ لیا اور مالی و جانی مدد کرتے رہے، حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اور دیگر اکابر علم و فضل سے نہایت گرویدگی تھی ـــ عمر بھر رفاہِ عامہ اور فقراء و اہلِ علم کی مدد میں کوشاں رہے۔ پشاور کے ایک ممتاز قدیمی خاندان کے بزرگوں میں سے تھے۔

نمازِ جنازہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے پڑھائی اور قبیل مغرب مشہور

---

[1] (اللہ کی راہ میں) کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

ولی اللہ شیخ جنید باباؒ کے جوار میں سپردِ خاک کیے گئے۔

موصوف دارالعلوم کے دیرینہ مخلص خادم ہونے کے علاوہ ناچیز کے خسر بھی تھے، اس مناسبت سے دارالعلوم کے تمام فضلاء اور متعلقین سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی اپیل ہے۔ دارالعلوم حقانیہ اور ادارۃ الحق مرحوم کے تمام لواحقین کے ساتھ شریکِ تعزیت ہے۔

مولانا الحاج حکیم نورالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہفتہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ کی شب کو علاقہ چارسدہ کی ایک بزرگ شخصیت مولانا الحاج حکیم نورالحق صاحب سکنہ تنگی نصرت زئی (چارسدہ) تقریباً ستر برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

مرحوم حُسنِ اخلاق، تواضع، تقویٰ، للّٰہیت اور جذبۂ خدمتِ خلق، علمی و طبی مہارت، حرمین الشریفین سے والہانہ عشق اور بہت سی دیگر اعلیٰ صفات کے حامل تھے۔

دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن تھے مرحوم کی نمازِ جنازہ حضرت شیخ الحدیث نے پڑھائی اور جنازہ میں علاقہ بھر کے ہزاروں افراد، علماء و صلحاء اور مسلمانوں نے شرکت کی۔

ادارۃ الحق اور دارالعلوم حقانیہ اس صدمہ میں مرحوم کے خاندان و لواحقین بالخصوص ان کے قابل فاضل صاحبزادہ مولانا حکیم حبیب اللہ جان فاضلِ حقانیہ کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ قارئین سے حضرت مرحوم کے رفع درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

مولانا میاں مسرت شاہ کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب نافع گُل مرحوم و مغفور جیسے جید اور ممتاز علامۂ یگانہ کے وصال کے علاوہ کئی اور علمی و دینی حادثے بھی پیش آئے۔ ان داغِ مفارقت دینے والے بزرگوں میں حضرت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیلؒ بھی شامل ہیں۔ موصوف نہ صرف جید عالم تھے بلکہ اپنی خداداد وجاہت، عزت و ثروت اور اثر و رسوخ کو بھی عمر بھر دین اور علومِ دینیہ کی اشاعت و فروغ میں صرف کرتے رہے، وہ اپنی حیاتِ مستعار کو علمی اداروں اور دینی کاموں میں لگا کر انشاء اللہ حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہوں گے مگر علمی و دینی حلقے ان کی جیتی جاگتی اور پُر وقار شخصیت کو مدتوں روتے رہیں گے۔ دارالعلوم حقانیہ سے تو ان کا تعلق جسم و روح جیسا تھا، دارالعلوم کے تمام تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہتے اور شوریٰ کے اجلاس کی تو جان تھے عموماً صدارتِ شوریٰ بھی آپ ہی فرماتے اور اپنی میٹھی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں سے ارکان کو نیا جوش اور ولولہ بخش دیتے۔ سیاسی مخالفتوں کے باوجود بھی علماء اور اہلِ علم کے قلوب میں ان کا وقار قائم رہا کیونکہ ان کا کوئی فیصلہ گو بظاہر عام مزاج کے خلاف بھی ہوتا مگر خلوص اور للّٰہیت پر مبنی ہوتا۔ صوبہ سرحد کے علمی و دینی حلقے عموماً اور دارالعلوم حقانیہ میں خاص طور پر ان کی خلاء مدتوں محسوس ہوتی رہے گی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقاماتِ قُرب سے نوازے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان اور تمام خاندان کو صبرِ جمیل اور ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی توفیق سے نوازے۔

مولانا مرحوم کا مختصر سوانحی خاکہ یہ ہے:۔

ولادت ۱۸۹۵ء کو حکمت آباد نزد سرڈھیری تحصیل چارسدہ میں ہوئی جہاں ان کے والد بزرگوار مولانا میاں حکمت شاہ کی جائیداد تھی، آبائی قصبہ زیارت کاکا صاحب[1] اور سلسلۂ نسب مشہور بزرگ شیخ رحمکارؒ مرحوم سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر شیخان ملا مرحوم سے پائی اور درسِ نظامی کی ابتدائی کتب ۱۹۱۱ء میں حضرت حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ گدر میں پڑھیں، کچھ کتابیں طورو مردان کے علامہ مولانا عبدالجمیل[1] مرحوم سے اور معانی و بیان کی کتابیں علامہ عبداللہ میاں صاحبؒ سے زیارت کاکا صاحب میں پڑھیں۔ مولانا عبداللہ میاں صاحبؒ نے مطول کا حاشیہ بھی لکھا تھا جسے اُس وقت کابل کے امیر عبدالرحمٰن مرحوم نے شائع بھی کروایا، معقولات کی کتابیں اپنے گاؤں میں مولانا صاحب حسن زئی[2]ؒ اور مولانا صاحب ڈنڈوقہ[3] سے پڑھیں۔ یہ دونوں منطق و فلسفہ کے جید اساتذہ میں سے تھے اور مرحوم کے والد بزرگوار نے اپنے سعادتمند بیٹے کو گھر میں تعلیم دینے کے لیے انکی خدمات حاصل کی تھیں، تفسیر و حدیث کی اجازت وقت کے مشہور عالم صاحبِ حق صاحب رحؒ چارسدہ سے حاصل کی، ۱۹۱۷ء میں اپنے گھر پر ان کے والد مرحوم نے اپنے اخراجات سے مدرسہ قائم کیا کہ آپ اس میں تدریس کا مشغلہ جاری رکھ سکیں، یہاں اور کچھ عرصہ مدرسہ عربیہ رجڑ تحصیل چارسدہ میں حسبۃً للہ تدریس دیتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں بسلسلۂ تجارتِ چوب افغانستان گئے۔ آخر وقت تک عمارتی لکڑی کی تجارت ہی آپ کا ذریعہ معاش رہی، ۱۹۳۲ء میں اپنے فرزند مولانا ولایت شاہ صاحب[4] کو بغرض تعلیم دیوبند لے گئے تو علم کے حصول اور اولاد کی علمی تربیت کا جذبہ اتنا تھا کہ والد بھی بیٹے کے ساتھ طلبِ علم میں دوبارہ مشغول ہو گئے اور شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی بخاری و ترمذی اور مولانا رسول خان کی ابو داؤد اور مولانا محمد ابراہیمؒ کی مسلم شریف میں شرکت فرمائی۔ اس زمانہ

---

[1] آپ ضلع مردان کے مشہور علمی گھرانے اور علمی قصبہ طورو میں ۱۸۵۹ء میں مولانا سید حفیظ اللہ کے گھر پیدا ہوئے علوم سے فراغت کے بعد ریاست جوناگڑھ اور فتحپوری میں عرصہ تک مدرس رہے، آپ حضرت العلامہ محدث العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت استاذنا المکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے استاذ رہ چکے ہیں، ۱۹۴۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ [2]، [3] یہ دونوں مقامات ہیں۔ اوّلاً تحصیل چارسدہ ضلع پشاور اور دوسرا ضلع مردان میں واقع ہے۔ [4] متواضع، با اخلاق، علمی و دینی کاموں میں سرگرم اپنے والد کے بعد دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن بنے۔ افسوس کہ جوانی میں ہی مرضِ قلب سے ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء کو انتقال کر گئے۔

یں دارالعلوم کے مہمان خانہ میں رہے۔

مولانا ولایت شاہ صاحب کی روایت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی آپ پر خاص توجہ تھی اور خصوصی طور پر بعد از نمازِ مغرب بھی اپنی قیام گاہ پر عربی زبان میں تقریر فرماتے ہوئے حضرت مدنی مرحوم انہیں ترمذی شریف پڑھاتے رہے جسے آپ نوٹ فرماتے رہے، یہ سلسلہ جاری تھا کہ گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے انہیں حضرت مدنیؒ کے مشورہ اور اجازت سے بادلِ نخواستہ دیوبند سے واپس آنا پڑا۔ ۱۹۴۱ء میں ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو ان کے کاروبار کا سارا بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑا، مگر پھر بھی قومی و دینی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔

پہلی دفعہ ۱۹۳۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۱ء میں اپنے اہل وعیال و اعزہ کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے، عمر کافی تھی مگر قویٰ و اعصاب کے لحاظ سے نہایت قوی، بہادر اور جفاکش تھے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۷۴ء کو مرض نے آلیا جو بظاہر بہت معمولی تھا مگر بالآخر مرضِ وفات ثابت ہوا، گھر پر اور پھر پشاور کے ہسپتالوں میں اور اعلیٰ ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا مگر علاجِ مرگ کس کے پاس تھا؟ مرض میں فالج کا بھی اضافہ ہوا جو بڑھتا ہی چلا گیا اور بالآخر جمعہ کی رات اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی، دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد جو عام طور پر ۹ ذی الحجہ کا دن تھا مگر ان کے علاقہ میں عید الاضحیٰ کا مبارک دن، نمازِ جنازہ ہوئی اور محبوبِ حقیقی کی رضا کے یہ طلبگار اپنے محبوب سے جا ملے۔ جمعۃ البلد کے ساتھ عید اور پھر وصالِ حقیقی، کئی سعادتیں تھیں جو جمع ہوگئیں۔ اور شاید شاعر نے انہی کے لیے کہا تھا کہ ؎

عیدٌ و عیدٌ و عیدٌ ن اجتمعا
وجہ الحبیب ویوم العید والجمعا

علماء، طلباء، امراء اور دردمند مسلمان بڑی کثرت سے جنازہ میں شریک ہوئے اور اسلاف کے اس نمونہ پر جی بھر کر روئے جو اپنی ذات میں دنیاوی امارت و ثروت کے ساتھ علماء کے فقر و زہد اور وقار و تمکنت، صوفیاء کا سوز و گداز، شرفاء کا رکھ رکھاؤ اور اپنی قوم پٹھانوں کے روایتی طور طریقے، غیرت و حمیت سب کچھ سمیٹے ہوئے تھے۔ جنازہ ان کے فرزند مولانا ولایت شاہؒ نے پڑھایا اور تدفین کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنے اس دیرینہ محبِ قدیم کی ذات کو دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کیا، علامہ شمس الحق افغانی (رحمہم اللہ) اور دیگر علماء نے بھی تقریریں کیں اور رفعِ درجات کی دعائیں ہوئیں۔

فرحمۃ اللہ وارضاہ ورضی عنہ

حکیم عبدالخالق خلیق رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کی شام کو جناب حکیم عبدالخالق خلیق[۱] صاحب واصل بحق ہوگئے عمر تریاسی[۸۳] کے لگ بھگ تھی، ۲۶ جنوری بعد از نمازِ جمعہ پشاور میں ان کی تدفین ہوئی۔ اربابِ علم و فضل اور مشاہیر نے جنازہ میں شمولیت کی۔

موصوف کی وفات سے پشتو ادب کو بڑا سانحہ پیش آیا، پشتو زبان اور ادب سے آپ کو اتنا لگاؤ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے ہر جلسہ میں کوئی سنتا یا نہ سنتا مگر آپ کا اصرار ہوتا کہ بحث تقریر بھی پشتو میں ہو۔ پشتو کی ترویج و فروغ کا ولولہ آخر دم تک تازہ رہا، کئی پشتو کتابوں کے مصنف تھے، پشتو شاعری میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک سرحد کے پشتو ماہنامہ "پشتون" کے مدیر رہے، اس لحاظ سے آپ بابائے پشتو کہلانے کے مستحق ہیں۔

جدوجہد آزادی میں خان عبدالغفار خان صاحب کے سرگرم ساتھی تھے۔

سنجیدگی، وقار و متانت، صلابت و سلامت رائے آپ کی خاص صفات تھیں۔ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی کے ساتھ آپ کا تعلق نہایت مستحکم اور دیرینہ رہا، اس تعلق کی راہ میں اپنے سیاسی مؤقف کو بھی آڑے نہ آنے دیا، ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں یہ تعلق نہایت نازک موڑ پر آیا تو آپ نے اپنے پختہ سیاسی جذبات کی قربانی دے کر دارالعلوم اور اس کے بانی کو ترجیح دی، مجلسِ شوریٰ دارالعلوم کے اولین ارکان میں سے تھے۔ ۲۵/۳۰ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ سے صرف ایک میٹنگ مِس ہوئی تو نہایت افسوس کرتے رہے کہ میرے تسلسل کی جو زنجیر تھی اس کی ایک کڑی کیوں ٹوٹ گئی۔ شوریٰ کے جلسوں میں اپنے پختہ اور مفید مشوروں سے راہنمائی کرتے رہے۔

ادبی اور علمی ذوق کی وجہ سے آپ کا ادارہ "اشاعتِ سرحد"[۲] ایک عرصہ تک قدیم و جدید کا سنگھم بنا رہا۔ بلاشبہ آپ سرحد کے علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی معماروں میں گنے جائیں گے ـــــ حق تعالیٰ ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرما دے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔

مولانا سید قدرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ عرف غازی مُلاّ

۲۴/۲۵ مئی کی درمیانی شب کے دس بجے دارالعلوم کے ایک دیرینہ مخلص کارکن اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک جان نثار خادم اور سفر و حضر کے رفیق مولانا سید قدرت شاہ[۳] صاحب اکوڑہ خٹک کا ایک سو برس سے زائد عمر میں وصال ہوگیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء و متعلقین میں آپ جانے پہچانے ہوں گے۔ مرحوم دارالعلوم کے سابق مدرس مولانا شبیر علی شاہ صاحب حال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے والدِ محترم تھے۔ نہ صرف تاسیس دارالعلوم سے لے کر اب تک آپ دارالعلوم کے بے لوث سرگرم کارکنوں میں سے تھے، بلکہ اس سے بہت قبل میرے جدِ امجد مرحوم کے ساتھ رفاقت کا رشتہ استوار کیا اور آخر تک نبھایا۔ قومی و ملی کاموں میں یہ لوگ باہم دست و بازو تھے خاکسار کا

---

[۱] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو مرحوم کی خودنوشت پشتو تالیف "زۂ اؤ زما زمانہ"۔ [۲] پشتو زبان کے ادیبوں، دانشوروں اور شاعروں کو متعارف کرانے میں اس ادارہ نے بہت کام کیا۔ [۳] مولانا قدرت شاہ بن مولانا عنبر شاہ بن مولانا میر دلیس شاہ۔ آپ کے اجداد شاہانِ مغلیہ کے دور میں بخارا سے باجوڑ اور باجوڑ سے ہشتنگر آئے حضرت مولانا میر دلیس شاہ بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں، کنز اول و آخر کے حافظ تھے۔ سکھوں کی جابرانہ حکومت میں مسلمانوں کی امداد فرماتے، اسی پاداش میں آپ کے گھر کو نذرِ آتش کیا گیا اور آپ کو شہر بدری کی سزا ملی۔ (الحق)

فتنہ حد سے بڑھنے لگا تو سب سے پہلے اکوڑہ خٹک میں اسے بھرپور لگام دینے کی کوشش کی گئی، یہ سنہ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ اکوڑہ خٹک میں مولانا قدرت شاہ مرحوم کی مسجد سے اس ہنگامہ رستخیز کا آغاز ہوا جس سے خاکساروں[1] کو عبرتناک سبق ملا اور پورے برصغیر کے پریس میں اس کا چرچا رہا۔ اس کے بعد مرحوم کو "غازی ملا" کا خطاب ملا اور عرفِ عام میں اسی لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

آخر عمر میں مرحوم کو اپنے سعادتمند بیٹے کی بدولت نہ صرف حج وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ دو سال تک مدینہ منورہ کے قیام کی دولت سے نوازے گئے۔

دارالعلوم کی تاسیس اور نشاۃِ اولی میں جس جماعت نے تن من دھن کو قربان کیا مرحوم کا نام بھی اس جماعت میں شامل رہے گا۔ انشاء اللہ

حق تعالیٰ جانے والے تمام مرحومین کو درجاتِ قرب سے نوازے۔ آمین

دارالعلوم حقانیہ کو حق تعالیٰ نے ابتدائے تاسیس میں جن مخلص ترین گنے چنے ارکان اور تعلق سے نوازا ان میں حاجی صاحب مرحوم کا بھی ایک نمایاں مقام تھا۔ دارالعلوم کی نئی تعمیر کیلئے اس جماعت نے بایں ہمہ وجاہت اہلِ خیر کی خدمت میں جاکر اور جھولی پھیلا کر مانگنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ وہ آخر تک تعمیری کمیٹی کے صدر اور مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔ ان مخلص خدامِ دین کی خدمات کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم ہونے والا مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں شجرۂ طوبیٰ بن چکا ہے۔ اصلها ثابتٌ وفرعها في السماء

یقیناً حق تعالیٰ ان عظیم خدمات کو ان حضرات کے لیے ابدی ذخیرہ عقبیٰ اور زادِ آخرت کی شکل میں ظاہر فرمائیں گے۔ خداتعالیٰ حاجی شیر افضل خان مرحوم کو اپنے قرب ورضا کے بہترین مقامات سے نوازے اور ان کے تمام پسماندگان میں مرحوم کی دینی غیرت وحمیت کے جذبات کو جاری وساری رکھے۔

الحاج شیر افضل خان بدرشی مرحوم

۷ رجنوری سنہ ۱۹۸۹ء کو دارالعلوم حقانیہ کے ایک دیرینہ اور بے لوث خادم اور بنیادی رکن جناب الحاج شیر افضل خان صاحب آف بدرشی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ عمر ستر سال کے لگ بھگ تھی، سعی وعمل، جوش اور ہمت کے لحاظ سے قابلِ رشک صحت تھی کہ یکایک ایک سال قبل مرض نے آگھیرا، ڈاکٹروں نے سرطان کی تشخیص کی اور یوں پہاڑ کی طرح ایک فولادی شخص دنوں اور گھنٹوں میں پگھل کر مشتِ استخوان بن گیا، وقتِ موعود آپہنچا اور واصل بحق ہوئے۔

دوسرے دن حضرت شیخ الحدیث مدظلہ (رحمہ اللہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں علاقہ بھر کے معززین شرفاء کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ کے اکثر طلباء اور اساتذہ نے بھی شرکت کی اور نمناک آنکھوں کے ساتھ دین، علم اور دارالعلوم کے اس مخلص خادم کو سپردِ خاک کیا۔

حاجی شیر افضل خان مرحوم کا تعلق جدید تعلیمیافتہ طبقہ سے رہا، اسلامیہ کالج پشاور میں انہوں نے تعلیم حاصل کی، پھر دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو گئے اور بلند مقام حاصل کیا۔ دنیاوی وجاہت، کاروباری زندگی، جدید سوسائٹی کے باوجود وہ ابتدا ہی سے اکابر علماء حق سے وابستہ ہوئے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عقیدت ومحبت طبیعت میں رچی بسی ہوئی تھی، جمعیۃ علماء اسلام کے گرویدہ تھے اور اس کے قائد حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ (رحمہ اللہ) سے آخر تک گہرے مراسم رہے۔ ان حضرات اکابر کے مسلک ومشرب اور مطلقاً طبقہ علماء مشائخ کی ترجمانی اور ان کی پُرزور وکالت کا کوئی موقع وہ جانے نہیں دیتے تھے۔ چند سال قبل تک وہ ماڈرن لباس میں رہے، کہا کرتے کہ اس طرح میں علماء کے اونچی سوسائٹی میں جارحانہ تعاقب کر سکتا ہوں۔ باطن کی یہ نجابت وطہارت بالآخر ان کی صورت اور حلیہ پر بھی غالب آگئی۔

جناب الحاج محمد یوسف مرحوم

۱۶ رجنوری ۱۹۸۹ء بروز پیر دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص اور ہمدرد رکنِ شوریٰ جناب الحاج محمد یوسف کا بھی انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے یومِ تاسیس اور تعمیری لحاظ سے خشتِ اول سے لیکر اب کی وسیع تعمیرات تک دارالعلوم کے بانی ومہتمم حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ خدمت ورفاقت، خادمانہ تعلق، دلسوزی وجانفشانی اور اس گلشنِ علم کی سیرابی وشادابی میں ہمہ وقتی فکر وہم اور بھرپور تعاون فرماتے رہے۔ مرحوم ان چار شخصیتوں میں سے ایک تھے جو دن بھر دارالعلوم کی تعمیر وترقی اور استحکام کے بارے میں مصروفِ خدمت رہتے تھے اور رات کو نمازِ مغرب کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کو دن کی تمام کارگزاری سے آگاہ کرتے اور کل کے کام کے لیے باہمی مشاورت سے لائحہ عمل تیار کرتے۔ اس موقع پر اپنا اپنا کھانا گھر سے لاکر حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ تناول فرمانے کا انتظام بھی ہوتا تھا، دارالعلوم کے لیے چندہ کی فراہمی اور اخراجات میں کفایت شعاری مرحوم کا خاص وصف تھا، دارالعلوم کا مفاد اُن کو ہر لحاظ سے عزیز تھا۔ شدید علالت سے قبل آخر عمر میں دارالعلوم کے لیے چندہ کی فراہمی کے سلسلہ میں اسفار کیے۔ ان کا سانحۂ ارتحال بھی مرکزِ علم اور فضلائے حقانیہ کے لیے ایک ذاتی صدمہ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ عظیم دارالعلوم، ہزاروں فضلاء اور جہادِ افغانستان کے محاذِ جنگ کے ہزاروں مجاہدین کے کارہائے نمایاں اپنے اساتذہ ومربیین کی طرح مرحوم کے لیے بھی ایک صدقہ جاریہ ہیں اور یہ سلسلہ اجر وثواب قیامت تک قائم رہے گا۔

مرحوم کی نمازِ جنازہ میں علاقہ بھر کے مسلمانوں، دارالعلوم کے اساتذہ ومشائخ اور طلبہ نے شرکت کی۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے تدفین کے بعد حاضرین سے خطاب میں مرحوم کی عظیم دینی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا، اور ان کے خالص دینی اور تاریخی کردار کو صدقہ جاریہ کے اعتبار سے لافانی قرار دیا۔

---

[1] اسی اثنا میں خاکساروں اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے درمیان مناظرہ بھی ہوا تھا، خاکساروں کی طرف سے مولانا عبدالقہار مروت مناظر تھے [illegible] حضرت مولانا عبدالحقؒ نے انجام دیے۔

الحاج حافظ نور بادشاہ صاحب اکوڑوی

الحاج حافظ نور بادشاہ صاحب دار العلوم کے ان بنیادی اراکین سے ہیں جنہیں حضرت شیخ الحدیث کی ابتدائی رفاقت حاصل ہوئی اور تادم زیست اس عہد وفا کو نبھاتے رہے، مرحوم ان چند افراد میں سے ایک تھے جو ہمیشہ مغرب کا کھانا حضرت کے ساتھ اکٹھا کھایا کرتے تھے یہی ان کی مجلس مشاورت ہوتی تھی اور اسی نشست میں دار العلوم کے کل کے بارے میں لائحہ عمل طے ہوتا تھا۔ دارالعلوم ان کی روح و غذا تھی ان کی تمام مساعی کا ہدف دار العلوم کی ترقی ہوا کرتی تھی۔ ۱۶ جنوری ۸۸ء کو ان کا سانحۂ ارتحال پیش آیا اپنے محبوب رہنما حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ حقانی قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب

جامعہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی کے بانی اور مہتمم ہیں دار العلوم کے آغاز سے اپنے مدرسہ کے صدر مولانا عبدالحنان ہزاروی مرحوم سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث اور دار العلوم سے ربط و تعلق قائم ہوا حضرتؒ کے چند ہی مخصوص جگری احباب اور دار العلوم کے مخصوص اراکین کا مقام حاصل کیا اللہ نے اخلاص و محبت کی بڑی صفات سے نوازا ہے دار العلوم کی مجلس شوریٰ کی بقیۃ السلف ارکان میں سے ہیں اور حضرت کے بعد بھی وہی تعلق اور دار العلوم سے اخلاص قائم ہے۔

حضرۃ شیخ الحدیثؒ کا فکر انگیز ارشاد

دعویٰ کے لحاظ سے تو ہم اسی کروڑ مسلمان ہیں مگر جو اپنی برائیوں پر نظر کرتے ہیں مجالس میں دین کے ساتھ، اسلام کے ساتھ ہنستے رہتے ہیں دین کی بات کرنے والوں سے نفرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ اولڈ فیشن والے یہ دقیانوسی لوگ کیا کر سکتے ہیں یہ کیا جنگلی ہیں کہ چودہ سو سال پرانی باتیں ہیں۔ اسلام کی باتوں کو جنگلیوں کی باتیں کہیں تو کیسے ایمان اور اسلام کا کیا رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور عاشق کہلاتے ہیں۔

الحاج اقبال احمد خان

مکتبہ ابو عبیدہ، عجمان الامارات العربیہ المتحدہ